محمد یونس مئیو
لیکچرار اسلامیات' ڈسکہ کالج

بیسویں اور اکیسویں صدی میں علمائے دیوبند کا کردار

دنیا اب اکیسویں صدی کے دہانے پر کھڑی ہے' ہر مذہب' ہر قوم اور ہر جاندار سیاسی و مذہبی تحریک اس صدی کے افق پر نظر جمائے ہوئے ہے اپنی محنت' دعوت اور قربانی کی بنیاد پر اگلے سو سالوں کو اقوام عالم اپنے اپنے حق میں نتیجہ خیز بنانے کی فکر میں مبتلا ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس صدی کے بارے میں متعدد اور متضاد دعوے اور اندازے منظر عام پر آتے رہتے ہیں بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ صدی کمپیوٹر' انٹرنیٹ اور جدید مواصلاتی ذرائع ابلاغ کی صدی ہے۔ کامرس اور معاشیات کی تعلیمات کی صدی ہے۔ تباہ کن سائنس اور بے رحم اسلحہ جات کی صدی ہے جو قومیں عالمی سیاست کا پلڑا اپنے حق میں جھکانے کی فکر میں ہیں وہ یہی کہتی ہیں کہ یہ صدی "نیو ورلڈ آرڈر" کی صدی ہے' امریکہ کی صدی ہے' اتحادی طاقتوں کی صدی ہے۔ عالم نصرانیت اور صلیب کے علمبرداروں کا کہنا ہے کہ "یہ صدی مسیح کی صدی ہے" ان لوگوں کا دعویٰ یہ بھی ہے کہ یہ امن کی صدی ہے یعنی اقوام متحدہ اور صلیبی اقوام کی صدی ہے یا پھر عیسائی این جی اوز کی صدی ہے۔ افکار کی دنیا میں رہنے والے کہتے ہیں کہ یہ تحقیق اور علم و ادب کی صدی ہے' فکرِ اقبال سے منسوب حضرات کا کہنا ہے کہ یہ افکار اقبال کی صدی ہو گی۔ مادر پدر آزاد اور مذہب سے بیزار یہ کہتے ہیں کہ یہ "وحدت ادیان" کی صدی ہے۔ آنے والی صدی کے حوالہ سے یہ نعرہ بھی کوئی غیر معروف نہ ہے کہ "یہ صدی اسلام کی صدی ہے" اور یہ بڑا معنی خیز دعویٰ ہے آثار و قرائن سے یہ بات ثابت ہو سکتی ہے کہ ان شاء اللہ یہ صدی اسلام کی صدی ہو گی۔ لیکن اسکے باوجود یہ سوال اپنی جگہ بڑا اہم ہے کہ یہ کس طرح ممکن ہو گا جب عالم اسلام غفلت کی نیند سو رہا ہے' یہود و نصاریٰ نے سرزمین حجاز کے گرد اپنا حلقہ اور تنگ کر دیا ہے وہ قوم جو دعوت و جہاد کی بنیاد پر اقوام عالم پر چھا گئی تھی اب فکر و عمل کی توانائیوں سے محروم ہو چکی ہے اسکے اعضاء شل اور دماغ ماؤف ہو چکے ہیں۔ یہ لوگ شمشیر و سناں سے بے وفائی کر کے طاؤس و رباب سے دل لگا بیٹھے ہیں۔ عالم اسلام کے تمام مسائل یہود و نصاریٰ کے پنجہ استبداد میں چلے گئے۔ عالمی میڈیا' معاشی منڈیوں اور تمام مالیاتی اداروں پر ان کا قبضہ ہے۔ دور حاضر کا سب سے خطرناک ہتھیار معاشیات اور اقتصادیات کا ہتھیار ہے۔

وطن عزیز میں آج کل ایک ہی صدا گونج رہی ہے کہ ہمارے تمام مسائل کا حل معیشت کی بحالی ہے۔ کسی بھی قیمت پر ایسا کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ ضروری ہے۔ ایسے میں اقبال کا یہ کہنا کس کام آئے گا کہ اے طائرِ لاہوتی اس رزق سے موت اچھی ہے جس سے تیری پرواز اور خودی متاثر ہو۔ عربوں کی حالت آپ کے سامنے ہے۔ ترک تھے جو مدت ہوئی اسلام کو عملاً ترک کر چکے ہیں۔ بنگلہ دیش ہے کہ عیسائی این جی اوز کی زد میں ہے۔ غربت وافلاس کے مارے مسلمان عیسائیت کی دہلیز پر جا کھڑے ہوئے ہیں۔ خود حکمرانوں کا بھی یہی عالم ہے پارلیمنٹ کی عمارت تک بھی این جی اوز کی تعمیر کردہ ہے۔ تعلیم ساری غیر مسلم تنظیموں کے پاس گروی ہے۔ "براک" نامی تنظیم ۸۰ ہزار انگلش میڈیم اسکول کھولنے کا منصوبہ رکھتی ہے۔ پاکستان میں بھی تین ہزار این جی اوز رجسٹرڈ ہیں اب یہاں بھی تعلیم کو ان کے حوالہ کرنے کا منصوبہ زیرِ غور ہے۔ انڈونیشیا بڑا اسلامی ملک تھا وہاں عیسائی ریاستوں (مشرقی تیمور وغیرہ) کے قیام کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے عالمی عیسائی طاقتیں مقامی عیسائی آبادی کی حمایت کر رہی ہیں۔ اگرچہ عالم اسلام ۵۰ سے زائد ملکوں پر مشتمل ہے لیکن کہیں سے بھی ٹھنڈی ہوا نہیں آتی۔ ان حالات میں یہ کہنا کہ آئندہ صدی اسلام کی صدی ہوگی ایک دیوانے کا خواب تو نہیں ہے؟ نہیں یہ دیوانے کا خواب ہے نہ ملا کی بڑ ہے یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کو آج نہیں تو کل ساری دنیا کو تسلیم کرنا ہوگا۔ یہ وقت کا تقاضا ہے کہ اسلام دنیا کی ضرورت ہو اور اس ضمن میں خاص بات یہ ہے کہ اہل مغرب اب یہ بات شدت سے محسوس کر رہے ہیں کہ اسلام دین فطرت ہے اور انسانی نفسیات کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے معاشرے کے ہر طبقے کے مسائل کا احسن حل تجویز کرتا ہے۔ ایک جرمن نو مسلمہ ڈاکٹر ایرین رہنیا ایف نے اپنے تفصیلی انٹرویو میں کہا ہے کہ "تمام مذاہب کے مقابلہ میں اسلام ہی سب سے زیادہ مہذب مذہب ہے دنیا کو اس وقت اسلامی تعلیمات کی ضرورت ہے صرف اسلام ہی موجودہ دور کے مسائل حل کر سکتا ہے"۔

ایک تحقیق کے مطابق فرانس میں اسلام دوسرا بڑا مذہب بن چکا ہے۔ امریکہ اور کینیڈا میں اسلام دوسرے مذاہب کے مقابلے میں تیزی سے پھیل رہا ہے۔ یہاں ہر سال ایک لاکھ پچیس ہزار مسلمانوں کا اضافہ ہوتا ہے۔ برنارڈ لیوس ایک مشہور مستشرق کا کہنا ہے کہ

"عیسائیت اور اسلام میں چودہ سو سال سے کشمکش جاری ہے۔ یہودیت اور عیسائیت کی اسلام سے پرانی دشمنی ہے۔ یہ دشمنی ابد تک جاری رہے گی۔"

دورِ حاضر میں اس کی صورت بدل دی گئی ہے وہ یوں کہ "ترقی پسند" اور "بنیاد پرست اسلام" کی اصطلاحات وضع کر لیں گئی ہیں چنانچہ ایک مستشرق کا کہنا ہے کہ "اسلام سے دشمنی نہیں ہے مگر بنیاد پرست اسلام سے دشمنی ہے۔"

آج سادہ لوح مسلمان کہہ دیتے ہیں کہ عیسائی این جی اوز اور مشنری ادارے کسی مسلمان کو عیسائی نہیں بناتی لہذا ان سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ واضح رہے کہ ان مشنریوں کا اولین مقصد عیسائیت کی تبلیغ ہے اگر یہ مقصد حاصل نہ بھی ہوا تو کیا یہ کم ہے کہ مسلمان مسلمان نہ رہیں۔ چنانچہ کراچی کے ایک مشنری سکول کے پرنسپل نے کہا تھا کہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ اگر مسلمان عیسائی نہیں بھی ہوئے تو کم از کم مسلمان نہ رہیں۔ افغانستان میں اسلامی انقلاب اور اس کے اثرات دنیائے کفر سے دیکھے نہیں جاتے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے دنیا بھر میں عیسائی تنظیموں کا جال پھیلا دیا ہے۔ ان تنظیموں کا ایک مشترکہ مشن "ورلڈ آپریشن" کے نام سے سرگرم عمل ہے۔ اس مشن کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ اسلام ہے۔ اس لئے اس مشن نے یہ نعرہ بلند کیا ہے۔ "عیسائیو! اٹھو اور دنیا پر غلبہ حاصل کرو۔ مسیح کیلئے اسلام کو فتح کرو، مسلمانوں کو مکمل سیکولر بنا کر عیسائیت میں داخل کرو اور مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کے لئے کوئی لارنس آف عربیہ پیدا کرو" یہ وہی نعرہ ہے جس کے نتیجے اور رد عمل میں صلیبی جنگیں برپا ہوئیں۔

آج پھر وہی حالات پیدا ہو رہے ہیں۔ پھر کوئی تاریخ دہرائی جائیگی پھر کوئی معرکہ ہوگا۔ جان فروشی اور جانبازی کے لئے قدرت نے پھر وہی سرزمین منتخب کی ہے۔ جس کے چپے چپے پر اکابرین علماء دیوبند کی داستانیں رقم ہیں۔ یہی لوگ تھے جن کی بدولت برصغیر پاک وہند میں اسلام کا جھنڈا بلند ہوا۔ ظفر علی خان نے کیا خوب کہا تھا کہ "شاد باد شاد زی اے سرزمین دیوبند" دنیا کے ہر خطہ میں ایک ہی دیوبند کی یلغار ہے۔ شورش مرحوم نے کہا تھا۔ "گونجے گا چار گھونٹ میں نانوتوی کا نام" مشرق و مغرب میں علماء حق نے اپنے ادارے قائم کر دیئے ہیں، فرانس، لندن، جرمنی اور امریکہ میں علمانے اپنے قدم جما لئے ہیں اور اب بات یہاں تک پہنچی ہے کہ یورپی طاقتوں نے اپنے تمام مسائل (مذہبی و سیاسی) کیلئے "علماء دیوبند" کو قصوروار ٹھہرایا ہے۔ مولانا حافظ محمد اقبال رنگونی نے مانچسٹر سے اپنے ایک مضمون میں برطانیہ کے مشہور روزنامہ "ٹائمز" کے حوالہ سے لکھا ہے کہ "برطانیہ کی بہت سی مساجد میں "دیوبند" کا تیار کردہ نصاب پڑھایا جا رہا ہے اور یہاں کے نوجوانوں کو اس دین پر لانے کی جدوجہد ہو رہی ہے جو افغانستان کے طالبان کا اعتقادی موقف ہے۔ یہاں کے نوجوانوں کو دارالعلوم دیوبند بھیجا جاتا ہے۔ جہاں وہ آٹھ سال کی ٹریننگ لے کر برطانیہ واپس آتے ہیں اور یہاں کی مساجد اور مدارس میں اس کی تعلیم دیتے ہیں۔ برطانیہ کی ۱۰۵ ملین مسلم آبادی (ترک، عرب، افریقہ، ملائیشیا اور انڈونیشیا) کم و بیش بیس (۲۰) فیصد حصہ دیوبندیوں پر مشتمل ہے اور جوں جوں یہ تعلیم و تبلیغ میں آگے بڑھتے جا رہے ہیں ان میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے جو برطانیہ کے دانشوروں کی نظر میں قابل ستائش ہے۔ ولور ہمپٹن یونیورسٹی میں اسلامک اسٹڈی کے پروفیسر "Ron Geaves" اس پر اپنی تشویش کچھ اس طرح ظاہر کرتے ہیں۔

" The increase in Deoband teaching in Britain was a cause for Concern. The Deobandies are obsessed with fatwa. It is how they control their members and how would like to control the rest of the atomic world. Deobandies see their way as the only correct rout and are political in their teaching.

ٹائمز کی اس رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ "طالبان کی اس مہم اور انقلاب میں سب سے زیادہ ہاتھ دیوبندی علماء اور دیوبندی مکتب فکر کا ہے۔ جو مذہب پسندی اور بنیاد پرستی میں بطور خاص معروف ہیں" حضرت رنگونی نے اس رپورٹ پر تبصرہ سے اعراض کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ "یہ بات اب کوئی ڈھکی چھپی نہیں رہی کہ سابق سوویت یونین کی شکست وریخت اور مختلف ریاستوں میں بٹ جانے کا کام زیادہ تر ان ہی لوگوں کی جدوجہد سے عمل میں آیا ہے جو آج دیوبندی سمجھے جارہے ہیں"

علماء دیوبند اپنے مقصد اور عشق میں سچے سمجھے جاتے ہیں ان کا مطلوب مالِ غنیمت اور کشور کشائی نہیں رہا یہ اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے اٹھتے ہیں اور ان کا مقصود شہادت ہوتی ہے۔ اللہ کے خالص بندوں کا یہ گروہ اپنی اس حیثیت میں بہت ممتاز رہا ہے۔ افرادی طاقت اور وسائل کی بہتات سے یہ لوگ کبھی خائف نہیں ہوئے۔ ۱۸۵۷ء کے معرکہ میں جہاد کے بارے میں مشاورت ہوئی تو وسائل اور اسباب کی قلت کو نظر انداز کرتے ہوئے اکابر علماء دیوبند شیخ امداد اللہ مہاجر مکی، مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند، مولانا رشید احمد گنگوہی اور حافظ محمد ضامن شہید آمادہ جہاد ہوئے۔ اسکے بعد ۱۸۵۷ء میں تھانہ بھون کے مشائخ اور علماء دیوبند نے جو کردار ادا کیا وہ تاریخ جہاد و قتال کا ایک ناقابل فراموش واقعہ ہے ان حضرات نے ایک انگریزی کمپنی پر حملہ کر کے اس کے اسلحہ جات وغیرہ کو اپنے قبضہ میں کر لیا اس کے بعد شاملی کی تحصیل پر حملہ آور ہوئے اور انگریزی فوج کو قلعہ بند ہونے پر مجبور کر دیا۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی کی جنگی بصیرت کی بدولت تحصیل فتح ہوئی۔ علماء کا مقصد صرف شاملی کو فتح کرنا نہ تھا بلکہ قاری محمد طیب کی روایت کے مطابق مولانا نانوتوی نے نواب شبیر علی خان کی معرفت بادشاہ دہلی کو جہاد پر آمادہ کیا اور پیغام بھیجا کہ ہم تھانہ بھون اور شاملی سے جہاد کرتے ہوئے دہلی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اکابرین دیوبند نے سینکڑوں علما کی شہادت کے بعد آخر کار شاملی کو فتح کر لیا۔ جناب رفعت تھانوی نے اپنے مضمون "۱۸۵۷ء میں تھانہ بھون" میں لکھا ہے کہ مجاہدین کا جانی نقصان بہت زیادہ ہوا ۱۴ ستمبر ۱۸۵۷ء کو تحصیل شاملی فتح ہوئی۔ اور اسی روز حافظ محمد ضامن کی شہادت بھی ہوئی۔ ۱۹ ستمبر ۱۸۵۷ء کو دہلی پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا اسکے بعد انگریز فوج نے تھانہ بھون کو برباد کرنے کا ارادہ کیا اور قصبہ کا محاصرہ کر لیا۔ مجاہدین نے حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی قیادت میں مقابلہ کیا آخر کار انگریزوں نے تھانہ بھون چھوڑ دیا اس معرکہ میں طرفین کے پانچ سو آدمی کام آئے اس کے بعد بھاری توپ خانے سے خالی قصبہ پر حملہ ہوا

"حکیم الامت" کے تھانہ بھون کو مٹی کا ڈھیر بنادیا گیا اسی روز ۱۳۲ آدمی گرفتار ہوئے جن کو مہاجنوں کی باغچی میں پھانسی دے دی گئی۔ تھانہ بھون کی اس جنگ میں ایک ہزار افراد نے جام شہادت نوش کیا۔ تھانہ بھون کو جرم حریت میں بلیک لسٹ (Black list) کر دیا گیا انگریزوں کو مدتوں یہاں سے بغاوت کی بو آتی رہی۔ تھانہ کی ۳۵ ہزار آبادی میں سے چھ سات ہزار زندہ بچے۔ مولانا غلام رسول مہر نے "۱۸۵۷" میں لکھا ہے ستائیس ہزار اہل اسلام نے پھانسی پائی سات دن کا جو قتل عام ہوا اس کا کوئی حساب نہیں۔

ہنگامہ ۱۸۵۷ء کے بعد انگریزوں نے ملک کے کونے کونے میں عیسائی پادریوں اور مشنریوں کا جال بچھادیا۔ سرکاری ملازمین کو زبردستی عیسائیت قبول کرنے پر مجبور کیا گیا۔ سکولوں میں سرعام بچوں کو عیسائیت کی تبلیغ کی جانے لگی۔ عیسائی پادریوں نے بازاروں، چوکوں اور راستوں پر کھڑے ہو کر اسلام کے خلاف زہر اگلنا شروع کر دیا اس فکری محاذ پر بھی علمائے دیوبند ہی سینہ سپر ہوئے۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی نے عیسائی پادریوں اور ہندو پنڈتوں کا ہر شہر اور قصبے میں مقابلہ کیا۔ ان تمام مناظروں اور میلوں کی روئیداد چھپ چکی ہے۔ عیسائیت اور ہندومت کے تعاقب میں دیگر اکابرین دیوبند' مولانا محمود الحسن دیوبندی' مولانا فخر الحسن گنگوہی' حافظ عبدالعدل' مولانا منیر نانوتوی' ناصر الدین ابوالمنصور اور مولانا رحمت اللہ کیرانوی (رحمہم اللہ) خاص طور پر مشہور ہیں۔

ہندوستان میں جب تحریکوں کا زمانہ آیا تو علماء دیوبند نے عالمی تحریکوں کی سرپرستی کی۔ مولانا محمود الحسن دیوبندی نے "تحریک ریشمی رومال" کا پلیٹ فارم مرتب کیا جہاں سے علمائے برصغیر نے آزادی اور عالمی سیاسیات میں اہم کردار ادا کیا۔ حضرتِ دیوبندی کی تحریک کس قدر جاندار تھی اور عالمی سیاسیات میں اس کا کیا مقام ہے انگریز مورخوں کی کتابوں کے علاوہ مولانا سید محمد میاں کی مرتبہ کتاب "تحریک شیخ الہند" سے بھی معلوم ہو سکتا ہے۔ مولانا عبیداللہ سندھی، شیخ الہند کی فکر کے ترجمان تھے سر پر ٹوپی نہیں رکھتے تھے دہلی کی جامع مسجد میں تقریر کر رہے تھے کسی نے پوچھا حضرت وہ آپ کی ٹوپی کیا ہوئی فرمایا وہ تو اسی دن اتر گئی تھی جس دن ہندوستان غلام ہوا تھا۔ مولانا سید مناظر احسن گیلانی نے "سوانح قاسمی" میں قاری محمد طیب کی سیاسی یادداشت کے حوالہ سے لکھا ہے کہ "جب دہلی میں ملکہ وکٹوریہ کی رسم تاجپوشی کا زمانہ آیا تو امام الکبیر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی دلی چھوڑ کر دیوبند چلے آئے کہا مجھ سے انگریز کی شرکت نہیں دیکھی جاتی۔ شیخ الہند کے بارے میں بھی قاری محمد طیب صاحب کی ہی روایت ہے کہ انگریز دشمنی ان کی رگ رگ میں اتر گئی تھی۔ تحریک آزادی ہند میں مولانا حسین احمد مدنی نے انگریزوں کے بارے میں کراچی کی عدالتوں میں کھڑے ہو کر فتویٰ دیا تو مولانا محمد علی جوہر نے آپ کے قدم چوم لئے۔ اس فتویٰ کی پاداش میں حضرت مدنی اور ان کے شیخ کو کالے پانی کی سزا ہوئی۔

تحریک آزادی ہند کے علاوہ قیام پاکستان میں بھی علمائے دیوبند نے کلیدی اور بنیادی نوعیت کا کردار ادا کیا۔ مولانا اشرف علی تھانوی' مولانا بشیر احمد عثمانی' مولانا ظفر احمد عثمانی' مولانا شبیر علی تھانوی' مفتی محمد شفیع اور مولانا خیر محمد جالندھری وہ عظیم ہستیاں ہیں جنھوں نے مسلم لیگ' قائداعظم' لیاقت علی خان' سردار عبدالرب نشتر کا بھرپور ساتھ دیا۔ مولانا تھانوی نے تھانہ بھون میں مسلم لیگ کے جلسے کرائے۔ اس کی حمایت میں فتاویٰ جاری کئے' مضامین تحریر کئے یہ تمام فتاویٰ و مضامین امداد الفتاوی کی جلد چہارم میں موجود ہیں۔ علاوہ ازیں مولانا نے گاؤں دیہات کی سطح پر مسلم لیگ کی تشکیل نو میں بڑا اہم کردار ادا کیا اور اپنے تمام مریدین و متعلقین کو ہدایت کی وہ اپنے جھگڑے انگریزی عدالتوں کی بجائے مسلم لیگ کے ذمہ داروں کے پاس لے کر جائیں۔ جو حضرات قائداعظم' علامہ اقبال اور دیگر اکابرین تحریک پاکستان اور علماء دیوبند کی سیاسی' فکری اور تعلقات کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں وہ اول پروفیسر محمد سعید خان کی کتاب "مولانا اشرف علی تھانوی اور تحریک آزادی" کا مطالعہ کریں اور اگر مناسب خیال کریں تو راقم کا مقالہ "علامہ اقبال اور مولانا اشرف علی تھانوی' افکار کا تقابلی مطالعہ" بھی ملاحظہ فرمالیں۔ ان شاء اللہ اس موضوع پر تشفی ہو جائیگی۔ نیز ان دو کتب میں اور بہت سے حوالے مل جائیں گے۔ امید واثق ہے کہ اس کے بعد آپ محسوس کریں گے کہ "علمائے دیوبند" کے تذکرہ کے بغیر تحریک آزادی ہند اور تحریک قیام پاکستان کی تاریخ یقیناً نامکمل رہے گی۔ قیام پاکستان کے علاوہ استحکام پاکستان میں بھی علمائے حق کا ایک خاص مقام ہے۔ اکابرین دیوبند اسلام اور پاکستان کو دو چیزیں تصور نہیں کر سکتے۔ پاکستان کا وجود اسلام سے قائم ہے یہی وجہ ہے کہ علمائے حق نے وطن عزیز میں نفاذ اسلام کی بھرپور کوششیں کی ہیں۔

پاکستان کی قانون ساز اسمبلیوں میں علمائے دیوبند کی تعداد مجموعی طور پر زیادہ رہی ہے بلوچستان اور سرحد میں مولانا مفتی محمود صاحب کے زمانہ میں جمعیت العلمائے اسلام کی حکومتیں بھی رہ چکی ہیں۔ ملک کے سب سے بڑے قانون ساز ادارے میں علماء کی نمائندگی کرتے ہوئے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ نے نفاذ اسلام کے سلسلہ میں گرانقدر کارنامے سرانجام دیئے ہیں جو کتابی شکل میں بعنوان "قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ" شائع بھی ہو چکے ہیں۔ ان کی روایت و تاریخ کو ان کے فرزند ارجمند قائد جمعیت حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے زندہ رکھا۔ آپ نے سینٹ میں معروف شریعت بل پیش کیا۔ جس پر ملکی و غیر ملکی جرائد و رسائل میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔

آج کون نہیں جانتا کہ علماء دیوبند نے ہر دور میں خارجی اور داخلی طور پر اسلام کا تحفظ کیا ہے جسے یقینی طور پر پاکستان کا تحفظ قرار دیا جا سکتا ہے۔ دنیائے کفر کی سازشوں کے نتیجے میں جو باطل فرقے اٹھتے رہے ان کا علمی و فکری اور عملی محاسبہ اکابرین علماء دیوبند ہی کرتے رہے ہیں۔ ان فتنوں میں انکارِ ختم

نبوت کا فتنہ سر فہرست ہے۔ بر صغیر کی تاریخ اٹھا کر دیکھئے آپ کو امیر شریعت سید عطاء اللہ بخاری سے لے کر شیخ المشائخ حضرت مولانا خان محمد صاحب تک اور پھر حضرت محمد یوسف لدھیانوی تک علماء دیوبند ہی نظر آئیں گے۔ صرف ایک عالم دین حضرت مولانا منظور چنیوٹی کی خدمات کا تذکرہ ہزاروں صفحات پر محیط ہے۔ پھر اصحابؓ رسول کی عظمت رفتہ کی بحالی کیلئے وہ کون ہیں جنہوں نے قطار اندر قطار اور پے در پے شہادتوں کی ایک لازوال داستان رقم کردی ہے۔ مولانا حق نواز' علامہ ضیاء الرحمان فاروقی' ایثار الحق قاسمی اور علامہ شعیب ندیم دیوبند کے وہ روحانی فرزند ہیں جنہیں بھلایا نہ جاسکے گا۔

عصری جہادی تحریکوں پر نظر ڈالئے تو بیسویں صدی میں سب سے جاندار اور فعال تحریکوں کے پس منظر میں علمائے دیوبند کھڑے نظر آئیں گے۔ کون نہیں جانتا کشمیر میں "حرکت الانصار" ہی وہ واحد تنظیم ہے جس پر امریکہ کے مطالبہ پر سب سے پہلے پابندی عائد کی گئی' غیروں کی سازشوں کی بدولت یہ تنظیم اب "حرکت المجاہدین" اور "حرکۃ الالجہاد اسلامی" کے ناموں سے سرگرم عمل ہے۔ مولانا مسعود اظہر کی رہائی کے بعد "جیش محمد" کے نام سے ایک نئی تنظیم قائم ہو چکی ہے۔ اور دکھائی یوں دے رہا ہے کہ علماء کرام کی اکثریت "جیش محمد" کی سرپرستی کر رہی ہے خصوصاً کراچی کے علما کی سرپرستی میں مولانا مسعود اظہر کی تنظیمی صلاحیتوں اور اللہ کے فضل سے یہ جماعت تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے۔ ہماری دعا ہے کہ جمعیت المجاہدین سمیت یہ جملہ جماعتیں ایک جیش کی شکل اختیار کرلیں۔

طالبان کا انقلاب بیسویں صدی کا سب سے بڑا واقعہ ہے' افغانستان کی آزادی روس کی شکست وریخت اور طالبان کی حکومت کے قیام سے استحکام تک علمائے دیوبند مسلسل شریک جہاد رہے ہیں اس امر میں کم از کم دو آراء نہیں ہو سکتیں یہ بات اب ماننا ہی پڑے گی کہ یہ علماء دیوبند ہی ہیں جو امریکہ اور یورپ کے منہ کو آتے ہیں خواہ بوسینیا کا مسئلہ ہو' چیچنیا کی آزادی ہو یا "اسامہ بن لادن" کا قصہ ہو۔ یہ قائد جمعیت مولانا سمیع الحق ہی ہیں جنہوں نے انقلاب افغانستان و طالبان کو عالمی میڈیا میں متعارف کرایا۔ اپنے مجلّہ "الحق" میں مضامین شائع کئے' طالبان پر نمبر نکالے اور طالبان کے انسانی رویوں کے بارے میں مغربی دنیا میں مشہور غلط فہمیوں کا ازالہ کیا۔ اور یہ مولانا فضل الرحمان ہی تھے جنہوں نے اسامہ بن لادن اور افغانستان پر حملہ کی دھمکی کے مقابلے میں یہ واضح کردیا کہ امریکہ ایسا کرنے کی غلطی نہ کرے۔ ملک کے طول و عرض میں امریکہ مخالف رائے عامہ بیدار کرنے کی ہمت صرف علماء دیوبند کو ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ صاف صاف کہتا ہے کہ وہ یورپ میں دیوبندیوں کی بڑھتی ہوئی تحریکوں کو تشویش کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے مذہبی فرقوں' سیاسی جماعتوں معاشرتی طبقوں اور مختلف قومیتوں سے بے نیاز ہو کر صرف مسلمان رہ جائیں اور پھر سوچیں کہ کیا افغانستان کا اسلامی انقلاب

بیسویں صدی کا سب سے بڑا واقعہ نہیں ہے ؟ کیا اس سے انکار ممکن ہے کہ اس انقلاب کے اثرات اسلامی دنیا پر مرتب ہور ہے ہیں اور کیا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ افغانستان کے حالات نے امریکہ سمیت دنیائے کفر کو ایک اضطراب میں مبتلا کر دیا ہے۔ امریکہ نے ہمیشہ اسلامی ملکوں کو پریشان کیا ہے۔ یہ پہلی بار ہوا ہے کہ دنیا کے نقشے میں ایک خالص اسلامی حکومت دیکھ کر وہ خود بھی پریشان ہو گیا ہے۔ اور اب حیلوں بہانوں سے اس انقلاب کے اثرات زائل کرنے کی فکر میں ہے۔

علمائے دیوبند کی فکری، علمی تصنیفی، تبلیغی، اصلاحی اور جہادی تحاریک کے تناظر میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ انیسویں اور بیسویں صدی میں علماء دیوبند نے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے سلسلہ میں نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں۔ خاص طور پر طالبان حکومت کے حوالہ سے یہ بات قابل ذکر ہے نیز یہ امر بھی خوش آئند ہے کہ علماء دیوبند اور ان کے مدارس کی حیات بخش تحریکوں کو دیکھ کر بجا طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اکیسویں صدی علمائے دیوبند کی صدی ہو گی (ان شاء اللہ) لیکن ضرورت اس امر کی ہے۔

(۱) علماء اپنے افکار و نظریات پر پختہ یقین رکھتے ہوئے وقت اور حالات کے تقاضوں کو بھی محسوس کریں اور تیزی سے بدلتی ہوئی دنیا کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے منصوبوں کو آگے بڑھائیں۔

(۲) حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی کی شہادت کے بعد خاص طور پر یہ محسوس کیا جانا چاہیے کہ اب وقت آگیا ہے کہ علما حق کی تمام جماعتیں اپنے اختلافات کو پس پشت ڈالتے ہوئے دین و دنیا اور مسلک حقہ کے تحفظ کے وسیع تر مفاد میں ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں۔ الحمد للہ اس سلسلہ میں علماء کا ایک نہایت اہم اجلاس ۲ جولائی ۲۰۰۰ء کو جامعہ محمدیہ اسلام آباد میں منعقد ہو چکا ہے۔ جس میں ۲ سو سے زائد علماء نے شرکت فرمائی اس اجلاس میں ایک رابطہ کمیٹی بھی تشکیل دی گئی جو علمائے دیوبند کے جملہ معاملات سے عہدہ بر آہ ہو گی۔ اس اجلاس کی مفصل رپورٹ حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری نے ماہنامہ "بینات" کراچی شمارہ ستمبر ۲۰۰۰ میں شائع کر دی ہے۔ مسلک اعتدال سے منسلک عوام و خواص کی دلی خواہش ہے کہ اس کمیٹی کو مستقل بنیادوں پر قائم کر دیا جائے اور اس کے رابطہ اجلاسوں کو باقاعدہ اور منظم بنایا جائے۔ علمائے حق کی اس اجلاس میں شرکت سے امید واثق ہے کہ یہ رابطہ کمیٹی اکیسویں صدی میں علماء کے ملکی اتحاد میں سنگ میل ثابت ہو گی۔ اس کمیٹی کی ایک ترجیح یہ بھی ہونی چاہیے کہ علمائے دیوبند کی منتشر اور غیر منظم جماعتوں کو باہم مربوط کیا جائے۔ خاص طور پر جہادی تنظیموں کو۔

(۳) انقلاب افغانستان اور تحریک طالبان کی بہر حال امداد جاری رکھی جائے۔ اس ضمن میں کسی قسم کے مصالح کو بھی آڑے نہ آنے دیا جائے۔ یہ انقلاب علمائے حق کی سیاسی و جہادی قربانیوں کا مرہون منت ہے اور خاص طور پر دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے علماء کی کاوشیں اس بارے میں قابل ذکر ہیں اس

لئے بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ اب پاکستان میں "علمائے دیوبند" کا دینی اور تحریکی مستقبل افغانستان کے طالبان سے وابستہ ہے۔ وطن عزیز میں جمہوریت کی جملہ صورتیں ناکامی سے دوچار ہو چکی ہیں اب نظام خلافت راشدہ کی باری ہے۔ ان حالات میں افغانستان کے طالبان پر بڑی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اگر وہ اس نظام حکومت کو قائم ودائم رکھنے میں کامیاب ہوتے ہیں تو دوسرے اسلامی ممالک اس کے اثرات سے ضرور متاثر ہوں گے اور اگر خدانخواستہ عالم کفر اور دنیا کے منافقین اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب ہوگئے تو یاد رکھئے برصغیر میں ہمیشہ کے لئے "خلافت راشدہ" کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ یہ بہت ضروری ہے کہ خود طالبان بھی اپنے انقلاب کی اہمیت سے کماحقہ آگاہ ہوں۔ بہرحال ان کے کچھ اقدام نظر ثانی کے محتاج ہیں اس ضمن میں جناب راشد الحق سمیع مدیر "الحق" کی تجاویز کا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے جو انہوں نے اپنے مجلّہ کے شمارہ ۱۰ جولائی ۲۰۰۰ کے "نقش آغاز" میں تحریک طالبان افغانستان سے چند گزارشات کے عنوان سے پیش کی ہیں۔

(۴) ادیان، تحاریک اور انقلابات کا قوام ودوام ان کے علمی وتحقیقی، معاشرتی وسماجی، دینی واصلاحی کارناموں اور ان کے تذکروں سے وابستہ ہوتا ہے۔ جن کو تاریخ کی شکل میں مدون ومرتب کیا جاتا رہا ہے۔ "اکابرین دیوبند" کا ایک اپنا تاریخی وتحریکی مقام ہے دورِ حاضر کی اکثر تحریکیں اور بذات خود طالبان کی تحریک بھی دیوبندی تحریکوں کا تسلسل معلوم ہوتی ہے۔ افکار ونظریات پر مبنی تحریکوں میں اس نفسیاتی وجذباتی پہلو کو کبھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ دور حاضر کے علماء دیوبند اور ان کی تحریکوں کی تاریخ مرتب کی جائے۔ یہ کام ماہنامہ "الرشید" لاہور اور الحق کے خصوصی نمبروں تک محدود نہ رکھا جائے۔ یہ مستقل اداروں کا کام ہے اس عالی مقصد کے پیش نظر "مجلس تحقیقات علمائے دیوبند" (Reearch Council) کے نام سے ایک منظم وجدید ادارے کی ضرورت سے انکار ناممکن ہے بہت مناسب ہوگا کہ اس ادارے میں مفتی تقی عثمانی، زاہد الراشدی، ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر، مولانا عبدالرشید ارشد اور حافظ عمار خان ناصر اور جناب حافظ راشد الحق سمیع جیسے جواں سال ادیب اور مدیر شامل کئے جائیں۔ اس کے ساتھ کالج ویونیورسٹی کے پروفیسر صاحبان اور ریسرچ اسکالرز کو بھی مناسب اور قابل ذکر نمائندگی دی جائے۔ یوں ایک جدید تحقیقی انداز میں علماء دیوبند کی خدمات پر تحقیقی مقالات کا سلسلہ شروع کیا جائے۔

(۵) دورِ حاضر میں علوم اسلامیہ، عربی، فارسی اور مطالعہ پاکستان جیسے مضامین اور زبانوں کی اہمیت وافادیت کے بارے میں کئی قسم کے سوالات اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ خدانخواستہ ہمارے نصاب تعلیم سے یہ مضامین حذف کر دیئے جاتے ہیں اور باقی ماندہ تعلیم (NGO's) این جی اوز کے حوالہ کر دی جاتی ہے

جیسا کہ بعض حلقوں میں یہ خبر گرم ہے' تو بلاشبہ پاکستان کی آئندہ نسلیں اسلام اور تاریخ اسلام سے بے بہرہ ہوں گی۔ اور غیر ملکی تنظیموں کو اپنے مقاصد کے حصول میں بظاہر کوئی دشواری نہ ہوگی۔ ان حالات میں مدارس دینیہ کا کردار بہت اہمیت اختیار کر جاتا ہے یہاں یہ کہنا کچھ بے جا نہ ہوگا کہ پھر مدارس عربیہ اور این جی اوز کی نگرانی میں حکومتی تعلیمی اداروں کا براہ راست فکری تصادم ہوگا۔ اس سے پہلے کہ وہ وقت آن پہنچے علمائے دیوبند اپنے مدارس کا نظام نہ صرف مستحکم بلکہ جدید بنیادوں پر استوار کریں ان اداروں کی تعداد اور معیار کو اتنا اوپر اٹھا دیا جائے کہ عوام حکومتی اداروں کی بجائے ان کی طرف رجوع کرنے لگیں۔

آئندہ صدی میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی باگ ڈور انہیں مدارس کے طلبا کے ہاتھ میں جاتی معلوم ہوتی ہے لہذا ضروری ہے کہ علوم قدیم کے ساتھ ساتھ عصری اور جدید علوم کی طرف بھی بھرپور توجہ دی جائے۔ اس بحث کو ایک لطیف اشارے کی مدد سے یوں سمجھئے کہ آپ دیوبند کو علی گڑھ نہیں بنانا چاہتے تو کم از کم علی گڑھ کو ہی دیوبند بنانے کی سعی فرمایئے۔

دینی مدارس میں عالمی زبانوں میں دینی علوم کی تدریس پر غور کیا جائے' انگریزی اور چینی زبانوں کی طرف خاصی توجہ دینے کی ضرورت ہے مجھے یاد پڑتا ہے کہ دارالعلوم حقانیہ میں چینی اور تاجکستانی وغیرہ زبانوں میں علوم اسلامیہ کی تدریس ہوتی ہے۔ دوسرے مدارس میں بھی ایسا ہونا چاہیے۔ افغانستان میں ان مدارس کی شاخوں کو جاری کیا جائے۔ اس سلسلہ میں "الرشید" ٹرسٹ کراچی کی خدمات لائق تحسین ہیں' افغان طلبا کے علاوہ وسطی ایشیا کی ریاستوں کے طلبا کو دیوبندی مدارس میں داخل کیا جائے اور ان طلبا کی خالص مشنری انداز میں تربیت کے بعد واپس بھیجا جائے۔

آخر میں یہ وضاحت بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ آئندہ صدی کا اسلامی انقلاب ان معروضات سے مشروط ہے نہ علمائے دیوبند کی عالمی فکر ان مشوروں کی محتاج ہے۔ بلکہ راقم الحروف تو اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ علمائے دیوبند ان تمام امور کو نظر میں رکھے ہوئے ہیں اور آئندہ صدی کیلئے ایک مربوط' منظم اور قابل عمل لائحہ عمل رکھتے ہیں اور ان شاء اللہ اکیسویں صدی علماء دیوبند کی صدی ہوگی۔ یہ صدی عثمانیوں' افغانیوں' اور حقانیوں کی صدی ہوگی۔ ان گزارشات سے میری مراد فقط اس فکر میں شمولیت کا احساس ہے جس کا تعلق مسلک اعتدال کے تحفظ اور ترقی سے ہے نیز بندہ کو کبھی اپنی حیثیت اور اوقات کے بارے میں کبھی غلط فہمی نہیں ہوئی کہ اکابرین کی خدمت میں کچھ عرض کرنے کی جسارت کرنے لگوں یہ تو جناب مدیر "الحق" کی ذرہ نوازی ہے کہ مجھ سے خام علم اور پراگندہ طبع لوگوں کی سرپرستی فرماتے ہیں۔ حالی کا یہ شعر موصوف پر خوب صادق آتا ہے۔

ہم نے ہر ادنیٰ کو اعلیٰ کر دیا ۔۔۔ خاکساری اپنی کام آئی بہت

...... ماخذ و مصادر ......

﴿کتب﴾

۱۔ حالی الطاف حسین مولانا "حیات جاوید" نیشنل بک ہاؤس لاہور ۱۹۸۲

۲۔ سید احمد پالنپوری مولانا "دنیائے اسلامی کی عظیم ترین شخصیت" دارالعلوم دیوبند سند ندارد

۳۔ شیخ محمد اکرام "موج کوثر" ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور

۴۔ طفیل منگلوری "مسلمانوں کا روشن مستقبل" حماد اکیڈمی لاہور سن ندارد

۵۔ عبدالرشید ارشد مولانا "بیس بڑے مسلمان" مکتبہ رشیدیہ لاہور اگست ۱۹۸۳ء۔

۶۔ عبدالرشید ارشد مولانا "بیس مردان حق" (۲ جلدیں) مکتبہ رشیدیہ لاہور بار اول ۱۹۹۶ء۔

۷۔ فخر الحسن گنگوہی مولانا "مقدمہ انتصار الاسلام" (تصنیف مولانا محمد قاسم نانوتوی) ادارہ اسلامیات لاہور ۱۹۸۱ء۔

۸۔ محمد قاسم نانوتوی مولانا "میلہ خداشناسی" مرتبہ محمد ہاشم / محمد حیات دارالاشاعت کراچی ۱۹۷۲

۹۔ محمد میاں سید مولانا "علمائے حق کے مجاہدانہ کارنامے" مکتبہ رشیدیہ کراچی ۱۹۹۲ء۔

۱۰۔ محمد میاں سید مولانا "علمائے ہند کا شاندار ماضی" مکتبہ رشیدیہ کراچی جلد پنجم۔

۱۱۔ مناظر احسن گیلانی مولانا سوانح قاسمی (تین جلدیں) مکتبہ رحمانیہ لاہور سن ندارد

۱۲۔ محبوب رضوی سید "تاریخ دارالعلوم دیوبند" میر محمد کتب خانہ کراچی

۱۳۔ قاری محمد طیب "حکمت قاسمیہ" دارالعلوم دیوبند انڈیا

۱۴۔ قاری محمد طیب "مسلک علمائے دیوبند" دارالاشاعت کراچی ۱۹۹۴ء

۱۵۔ یعقوب نانوتوی مولانا "سوانح عمری" مشمولہ "نادر مجموعہ رسائل" مولانا محمد قاسم نانوتوی" میر محمد کتب خانہ کراچی۔

﴿مضامین و مقالات﴾

۱۶۔ اسرار عالم "بین الاقوامی ایجنسیاں اور ان کا طریقہ کار" سہ ماہی "الشریعہ" جلد ۹ شمارہ ۲ اپریل ۱۹۹۸ء۔

۱۷۔ احمد حامد (قاہرہ) "نو مسلم جرمن خاتون ایرین رہنیا کا قبول اسلام اور اثرات" ماہنامہ "الفاروق" کراچی جلد ۱۳ شمارہ ۱۱ ۹۸ء

۱۸۔ ارشاد محمود "این جی اوز کا اصلی مقصد اور حکومت کی بے بسی" "الفاروق" جلد ۱۵ شمارہ ۵۔ ستمبر ۹۹ء

۱۹۔ امین اللہ دشیر ڈاکٹر "مسلمان فرانس میں" "الفاروق" جلد ۱۳ شمارہ ۱۱ مارچ ۱۹۹۸ء

۲۰۔ انوار حسین ہاشمی "پاکستان کو عیسائی ریاست بنانے کا منصوبہ" "الفاروق" جلد ۱۳ شمارہ ۱۱ مارچ ۱۹۹۸ء

۲۱۔ راجہ محمد ذاکر خان "پاکستان یہودیوں کا سب سے بڑا ہدف" ماہنامہ "الحق" جلد ۳۰ شمارہ ۱۱۔

۲۲۔ رپورٹ "الفاروق" "بنگلہ دیش عیسائیت کی دہلیز پر" الفاروق جلد ۱۴ شمارہ ۱۲ اپریل ۹۹ء

۲۳۔ سر سید احمد خان "مولانا محمد قاسم نانوتوی" علی گڑھ گزٹ ۲۴ اپریل ۱۸۸۰ء مشمولہ "مقالات سر سید" مرتبہ محمد اسماعیل پانی پتی مجلس ترقی ادب لاہور جلد ہفتم طبع اول اکتوبر ۱۹۶۲ء۔

۲۴۔ مولانا محمد طاسین "اسلام ہر دور کیلئے" "بینات" کراچی جلد ۶۲ شمارہ ۳ جولائی ۹۹ء۔